جامعہ علوم اسلامیہ کے ناظم تعلیمات

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حجازی تقویم کے اعتبار سے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ناظمِ تعلیمات واستاذ الحدیث، ماہنامہ بینات کی مجلسِ ادارت کے عظیم رکن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصابی کمیٹی کے معزز رکن، جامع مسجد صالح صدر کے امام وخطیب، چالیس روزہ تعلیم وتربیت کورس کے موجد وبانی، ہزاروں علماء ومفتیانِ کرام کے مخلص وہمدرد استاذ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن اپنی ہمشیرہ اور مخلص وباوفا شاگرد مولانا محمد عرفان میمن سمیت طیارہ حادثہ میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوگئے۔ **إنّاللّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إنّ للّٰہ ماأخذ ولہٗ ماأعطیٰ وکل شیءٍ عندہ بأجل مسمّٰی۔**

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن واحد ادارہ اور دینی درس گاہ ہے، جس کے اکابر، اساتذہ اور بزرگوں کی المناک اور کربناک شہادتوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ سابق رئیس جامعہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ، ان کے ہمراہ ڈرائیور طاہر شہیدؒ، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، ان کے ہمراہ ڈرائیور عبدالرحمن شہیدؒ، سابق نائب رئیس جامعہ سید محمد بنوری شہیدؒ، جامعہ کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، جامعہ کے باوفا روحانی فرزند حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، جامعہ کی ملیر شاخ کے استاذ حضرت مولانا سعید احمد اخوند شہیدؒ، ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، حضرت

مولانا ارشاد اللہ عباسی شہید نور اللہ مراقدہم ۔ یہ سب وہ حضرات اور اکابر ہیں جو اپنی دینی وملی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے راہِ حق میں شہید ہوگئے ۔اس کی وجہ صرف یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس شخصیت یا جس ادارے کو جتنا بلند مقام عطا فرمانا چاہتے ہیں، اُسے اتنا ہی آزمائشوں اور مصائب وآلام کی بھٹی سے گزارتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”عن مصعب بن سعد عن أبيه قال:قلت:يارسول الله ! أيُّ الناس أشدُّ بلاءً ؟ قال: الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل، يبتلى الرجل علىٰ حسب دينه، فإن كان فى دينه صلباً اشتد بلاءُ ہٗ وإن كان فى دينه رقة ابتلى على قدر دينه، فمايبرح البلاء بالعبد حتىٰ يتركه يمشي على الأرض وماعليه خطيئة“. (ترمذی،ج:۲،ص:۶۵)

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کی، پھر جو اُن سے قریب تر ہو، پھر جو اُن سے قریب تر ہو، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے، پس اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہوتو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہوتو اسے اس کے دین کے بقدر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ ایسا کرچھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا“۔

اسی طرح سنن ترمذی کے اسی صفحہ پر ایک اور حدیث ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت فرماتے ہیں تو اسے مصائب وآلام سے آزماتے ہیں، پس جو شخص اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتے ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوجاتے ہیں“۔

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری جامعہ اور جامعہ کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب رئیس مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، اساتذۂ جامعہ اور طلباً کے ساتھ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا معاملہ ہے کہ ان چند سالوں میں انہیں اتنے سارے سانحات اور صدمات کو برداشت کرنا اور سہنا پڑا۔ کیونکہ ابھی تک گزشتہ شہداء کے زخم مندمل ہونے اور بھرنے نہ پائے تھے کہ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ کی شہادت اور جدائی کا گہرا زخم پوری جامعہ کو گھائل کرگیا۔

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ نے چھ اگست ۱۹۶۰ء میں مردان، بابوزئی کے مقام پر جناب

مشفق الرحمٰن صاحب کے گھر میں آنکھ کھولی، آپ نے ابتدائی تعلیم دار العلوم شیر گڑھ میں حاصل کی، میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں ایشیاء کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا بدیع الزمانؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، حضرت مولانا محمد سواتیؒ اور مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ رحمہم اللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر دامت برکاتہم اور دیگر وقت کے نابغۂ روزگار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ۱۹۸۳ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی، دو سال تخصص کرنے کے بعد اپنی مادرِ علمی میں تدریس پر فائز کئے گئے۔

حضرت شہیدؒ نے ابتدائی کتب سے دورہ حدیث تک تمام درجات میں اسباق پڑھائے، اس سال بھی دورہ حدیث میں صحیح مسلم کی تدریس آپ کے ذمہ تھی، آپ کا طریقۂ تدریس بہت ہی عمدہ اور وجد آفریں ہوتا تھا، صحیح مسلم کا جب سبق پڑھاتے تو دار الحدیث کے علاوہ جامعہ بھی آپ کی آواز سے گونج رہا ہوتا۔ ہمارے دوست اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا محمد شفیع چترالی مدظلہ نے حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ کی حیات وخدمات پر جو کچھ لکھا ہے، وہ میرے دل کی آواز ہے، اُسے بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> ''جمعہ کی شام اسلام آباد ائیر پورٹ کے قریب نجی طیارے کے گر کر تباہ ہونے کا سانحہ شاید بہت سے لوگوں کے لئے معمول کا ایک حادثہ ہی ہو، جس پر وقتی طور پر اظہارِ افسوس کر لیا جائے گا اور دو چار روز گزر جانے کے بعد میڈیا کی جانب سے اُٹھائے جانے والے کسی نئے طوفان کی لہروں کے نیچے بہت سے دیگر حادثات کی طرح اُسے بھی دبا دیا جائے گا، مگر میرے لئے اور ان تمام ان لوگوں کے لئے جن کے رشتہ دار، بزرگ اور دوست احباب اس سانحہ کی نذر ہو گئے، یہ قیامت سے پہلے قیامت سے کم نہیں ہے۔ میرے محسن ومربی استاذ محترم اور عظیم بین الاقوامی دینی درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب بھی اس حادثے میں اپنی ہمشیرہ اور دیرینہ خادم ومحب مولانا عرفان میمن سمیت شہید ہو گئے اور یوں ہم ایک بہت بڑی خیر سے محروم کر دیے گئے۔ ہمارے دکھ کا وہ لوگ شاید صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے جو نہیں جانتے کہ مولانا عطاء الرحمٰن ہمارے لئے کیا تھے اور ان کی شخصیت عقیدت ومحبت کے کتنے پروانوں کے لئے شمع فروزاں کی حیثیت رکھتی تھی۔

مادرِ علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کو ویسے تو پہلے بھی کئی جانکاہ

حادثات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے، لیکن حضرت مفتی نظام الدین شامزیؒ کی شہادت کے بعد سے یہ سب سے بڑا سانحہ ہے، جس سے جامعہ کو دوچار ہونا پڑا۔ جمعہ کی شام حادثے کی اطلاع ملنے پر شہر بھر سے علماء کرام، طلبہ اور عوام کی ایک بڑی تعداد جامعہ پہنچی، اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر فرد دوسرے سے گلے لگ کر رورہا تھا، صبر وضبط کے بندھن برقرار رکھنا کسی کے لئے آسان نہ تھا، جامعہ کے بڑے اساتذہ ومشائخ دارالحدیث میں جمع تھے اور طلبہ واصاغر کو تسلی دیتے ہوئے کبھی کبھار خود بھی حرفِ تسلی کے محتاج دکھائی دے رہے تھے۔ صرف ایک روز قبل اسی دارالحدیث میں مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے ششماہی امتحان کے نتائج سنائے تھے اور اساتذہ سے خطاب فرمایا تھا، وہ منظر کسی کے ذہن سے ہٹ نہیں پارہا تھا، عشاء کی نماز میں مولانا طاہر نے صبر والی آیات پڑھنے کی کوشش کی، لیکن لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئے اور پوری جماعت پر رقت طاری ہوگئی۔ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کی شخصیت کو کھونے کا احساس کسی کو برداشت نہیں ہوپارہا تھا، جامعہ کے رئیس حضرت علامہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کو یہ خبر دیر سے اور تدریجی انداز میں دی گئی، کیونکہ سب کو اندازہ تھا کہ اپنے قابل فخر شاگرد، دستِ راست اور جامعہ کی متاعِ عزیز کے اس طرح اچانک کھوجانے پر ان کے دل پر جو پہلے کئی بار اس طرح کے حادثات سے چھلنی ہوچکا ہے، کیا گزرسکتی ہے۔

استاذِ محترم مولانا عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ جن کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھتے ہوئے قلم کپکپارہا ہے، کے تعارف کے لئے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ عالم اسلام کی عظیم درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی نظامت تعلیمات کے مسند نشین تھے اور دنیا بھر سے آئے ہوئے ۱۲ ہزار سے زائد طلبہ وطالبات کے تعلیمی امور کے نگران تھے، تاہم ان کی شخصیت کے چند پہلو ایسے تھے جن میں ان کو اللہ تعالیٰ نے امتیازی شرف سے نوازا تھا، ان کی ذہانت وفطانت دینی حلقوں میں ضرب المثل تھی، وہ ملک کے قابل ترین مدرسین میں شمار ہوتے تھے، جنہیں بہت سے علوم وفنون میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔

مولانا عطاء الرحمان مردان کے علاقے بابوزئی سے تعلق رکھتے تھے، ان کی سن پیدائش ۱۹۶۰ء بنتی ہے، انہوں نے اپنے علاقے میں میٹرک اور دارالعلوم شیر گڑھ میں کچھ ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۳ء میں جامعہ سے سندِ فراغت حاصل کرلی اور پھر جامعہ ہی سے تخصص کرنے کے بعد حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی عقابی نگاہِ انتخاب کو بھاگئے

اور جامعہ ہی میں مدرس بنے۔ مولانا عبدالسمیع شہیدؒ کی معیت میں دارالاقامے (ہاسٹل) کی نگرانی اور دیگر انتظامی ذمہ داریوں پر بھی مامور کیے جاتے رہے، اپنے حسن انتظام، اخلاص، اور مادرِعلمی کے ساتھ جذبۂ وفاداری کی بدولت ترقی کرتے رہے۔ مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ کے دور میں ان کے بھی معتمد خاص اور معاون رہے۔ انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مولانا نے فنون کی مشکل کتابوں کی تدریس بھی جاری رکھی۔ انہوں نے جس محنت سے پڑھا تھا، اسی محنت سے پڑھانا بھی ان کا خاص وصف تھا۔ علاوہ ازیں تدریس کے ساتھ اُنہیں جہانگیر پارک کراچی صدر کی جامع مسجد صالح کی امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی دی گئی، جسے وہ آخر دم تک بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کی علالت ومعذوری کے بعد مولانا عطاء الرحمٰن کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی نظامت تعلیمات کے منصب کے لئے منتخب کیا گیا جو ان کی انتظامی قابلیت، دیانت، اور اخلاص وللّٰہیت پر جامعہ کے اعتماد کا بہترین مظہر تھا اور اپنے دس سالہ دورِ نظامت میں انہوں نے اس پر پورا اتر کر دکھایا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا عطاء الرحمٰن کی شہادت سے جامعہ بنوری ٹاؤن کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے، جس کی تلافی شاید آسانی سے نہیں ہو سکے گی۔ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کا دائرہ صرف جامعہ بنوری ٹاؤن تک محدود نہیں تھا۔ انہوں نے صالح مسجد صدر سے اسکول وکالجز کے طلبہ کے لئے سالانہ چھٹیوں کے ''تعلیم وتربیت کورس'' کا آغاز کیا، اس کے لئے ایک نصاب بنایا اور ٹیم تشکیل دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں اور بیرون پاکستان کئی ممالک میں اس کورس کا آغاز کروایا اور لاکھوں بچوں کو ابتدائی دینی تربیت فراہم کرنے کا انتظام کیا۔ علاوہ ازیں مولانا ملک کے اندر اور بیرون ملک سینکڑوں دینی اداروں کے سرپرست اور نگران بھی تھے اور دنیا کے مختلف حصوں میں دینی وعلمی خدمات سرانجام دینے والے اپنے شاگردوں سے مسلسل رابطے میں رہنے کے علاوہ ان کی سرپرستی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ہزاروں شاگردوں کی طرح راقم پر بھی مولانا کی بہت شفقتیں تھیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے زبردست شخصی وجاہت، ژرف نگاہی اور نکتہ سنجی سے نوازا تھا، اس لئے ہمیشہ ان کی شخصیت کا رعب ودبدبہ ہم جیسے نالائق طالب علموں پر طاری رہتا تھا، ان سے نظر ملا کر بات کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔ میری تحریروں پر ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے اور کبھی غیرمحتاط جملے لکھنے پر گرفت اور اصلاح بھی فرماتے جو میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔

مولانا جس منصب پر تھے اور جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں، اس کے پیش نظر ان کے نام کی بڑی شہرت ہونی چاہئے تھی، لیکن یہ ان کے مزاج میں ہی نہیں تھا، وہ شہرت سے بہت دور بھاگتے تھے، مجھے خاص طور پر تاکید کی ہوئی تھی کہ جامعہ کے پروگراموں کے حوالے سے میرے نام کی تشہیر بالکل نہ کی جائے۔ ایک آدھ دفعہ ان کا نام غلطی سے آیا تو ناراض ہوگئے۔ وہ جامعہ کے ناظم تعلیمات ہونے کی حیثیت سے بہت سی مراعات کے مستحق تھے، لیکن ان کا حال یہ تھا کہ جامعہ کی کسی شاخ کا معائنہ کرنے جاتے تو کسی طالب علم کے ساتھ بائیک پر بیٹھ کر چلے جاتے، نماز پڑھانے کے لئے بھی اکثر بسوں میں گرومندر سے صدر جاتے رہے۔ تصنع، تکلف، بناوٹ اور شہرت ونمود سے ان کو طبعی کراہت رہتی تھی۔ جامعہ کی تقریبات کی نظامت بھی اکثر مولانا ہی کرتے، سیدھے سادے الفاظ میں مطلب کی بات کرنا ان کا کمال تھا، حالانکہ ان کا ادبی ذوق بھی پورے جامعہ میں سب سے ممتاز تھا۔ انہیں عربی، فارسی، اردو، اور پشتو کے ہزاروں اشعار ازبر تھے اور ان کا ایسا برمحل استعمال کرتے جیسے وہ اشعار اسی محل کے لئے وارد ہوئے ہوں۔ ہمیں ان سے درجہ موقوف علیہ میں تفسیر بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھنے کا اعزاز حاصل رہا، ایک جانب علامہ بیضاوی کی علمی وادبی موشگافیاں اور دوسری جانب مولانا عطاء الرحمٰن کا ذوق لطیف سونے پر سہاگہ اور عربی جاننے والوں کے لئے ''علی التمرة مثلها زبداً '' کا مصداق بن جاتا، جس کا ذائقہ آج بھی ہماری زبانوں پر ہے۔ آج استاذ جی ہم میں نہیں رہے تو مجھے وہ اشعار یاد آرہے ہیں جو وہ جامعہ کے اکابر کی شہادتوں کے موقع پر پڑھا کرتے تھے:

عجب قیامت کا حادثہ ہے، اشک ہیں آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا، مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے''

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲ر اپریل ۲۰۱۲ء)

شہادت سے غالبًا دوروز قبل دفتر اہتمام میں حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی مدظلہ کے ساتھ آپ تشریف فرماتھے اور مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مولوی صاحب! میں نے آپ کا اداریہ بنام ''صریح نصوص کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت کیوں؟'' پڑھا ہے۔ آپ نے بہت اچھا لکھا ہے، اور پھر رسالہ لے کر حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی صاحب کو سنانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ان کی خورد نوازی کی اعلیٰ مثال ہے۔ حضرت مولانا شہیدؒ دوسروں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے تھے

اور اپنے آپ کو ہمیشہ اخفا کے پردہ میں چھپاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کئی حج اور عمرے کئے، لیکن جامعہ میں اکثر حضرات کو اس وقت معلوم ہوتا جب آپ حرمین کے سفر سے واپس تشریف لے آتے۔ اسی طرح بیرون ملک فضلائے جامعہ کی سرپرستی اور ان کی دعوت پر کئی ممالک کے اسفار کئے، لیکن دوسروں کے سامنے اس کا بھی کبھی کوئی زیادہ چرچا یا تذکرہ پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عطاء الرحمن شہید رحمہ اللہ کی پہلی نمازِ جنازہ اسلام آباد میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن کی امامت میں ادا کی گئی اور دوسری نماز جنازہ آپ کے علاقہ بابوزئی مردان میں حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی، جس میں علماً، طلبہ، علاقہ کے معززین، دینی، مذہبی، سیاسی وسماجی جماعتوں کے راہنماؤں اورعوام الناس کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جامعہ سے نائب رئیس جامعہ حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری مدظلہ، استاذِ حدیث حضرت مولانا امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی صاحب، حضرت مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب، حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب، حضرت مولانا سعید عبدالرزاق صاحب، حضرت مولانا محمد عمران صاحب، حضرت مولانا عبدالغفار صاحب اور راقم الحروف کے علاوہ کئی اور اساتذہ (جن کے نام ابھی ذہن میں نہیں آرہے، وہ) بھی بابوزئی مردان پہنچے اور آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ نے اپنے سوگواروں میں والدین، چار بیٹے، بیوہ، تین بھائی، تین ہمشیرہ اور ہزاروں شاگرد وعقیدت مند چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولوی مسیح الرحمن عالم دین اور اپنے علاقہ بابوزئی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے مولوی فصیح الرحمن جو دورہ حدیث میں وفاق المدارس کے امتحانات میں پورے پاکستان میں اول نمبر آئے، وہ اب جامعہ میں تخصص سال اول میں ہیں اور چھوٹے دو بیٹے بھی باقاعدہ زیرِ تعلیم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دل ودماغ بند ہے، قلم لکھنے کے لئے ساتھ نہیں دے رہا، آنکھیں ہیں کہ آپ کی جدائی میں ابھی تک پرنم ہیں، سمجھ نہیں آرہا کہ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اور کیسے لکھوں؟ اسی لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ قارئین بینات سے استدعا ہے کہ حضرت مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ، مولانا محمد عرفان میمن شہیدؒ، ان کی ہمشیرہ اور اس سانحہ میں جملہ شہداء کے ایصال ثواب کے ساتھ ساتھ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، جملہ اساتذہ، طلبہ اور آپ کے اعزہ اقرباء کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو صبر جمیل سے نوازیں اور جامعہ کو علمی اور روحانی ترقیات سے مالا مال فرماتے رہیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین